بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اِشارات

اس مرتبہ چند مختلف، مگر نہایت درجہ اہم مسائل تقاضا کرتے ہیں کہ ان اوراق میں اُن پر سنجیدگی سے اظہارِ خیال کیا جائے۔

(۱)

تازہ ترین حادثہ جس نے پورے ملک میں ایک فوری جذباتی ہیجان پیدا کر دیا ہے، بھارت کی حکومت کا یہ افسوسناک اقدام ہے کہ اُس نے دریائے ستلج کے پانی کی بہت بڑی مقدار بھاکڑا ننگل کے سلسلۂ انہار میں منتقل کر لی ہے۔

پاکستان کی نہریں دریائے ستلج سے معمولاً جس مقدار میں پانی لے رہی تھیں وہ ۲۸ ہزار کیوسک سے لے کر ایک لاکھ کیوسک تک گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ یکم جولائی کو بھارت کے جارحانہ تصرف کی وجہ سے یہ مقدار ۲۲ ہزار کیوسک تک آ گری، اور اب ۸ جولائی کو وہ یکایک گھٹ کر ۹ ہزار ۸ سو کیوسک رہ گئی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا سات ہزار میل لمبا سلسلۂ انہار بے آب ہو کر رہ گیا ہے جس پر منٹگمری، ملتان اور ریاست بہاولپور کی زمینوں کی زرخیزی کا انحصار تھا۔ تقریباً اسّی لاکھ ایکڑ کا وہ علاقہ جو غلّے اور کپاس کی پیداوار کے لحاظ سے پاکستان میں درجۂ اوّل پر تھا ایک بے آب و گیاہ صحرا میں بدلنے والا ہے۔ اور ہمارے پچاس لاکھ بھائی ہیں جنہیں بے روزگاری اور بھوک کے سامنے لا کھڑا کر دیا گیا ہے علاوہ بریں پاکستان کی غلّہ کی پیداوار ضرورت کے مقابلے میں جو کمی دکھا رہی تھی اس میں خوفناک اضافہ ہونا بالکل نمایاں ہے۔ واضح رہے کہ معاہدۂ تقسیم کے تحت واجبات اور املاک کا جو بٹوارا ہوا تھا اس میں پاکستان پنجاب کی نہروں کا حساب مجرا دے چکا ہے۔ گویا بھارت نے نہروں کی قیمت بھی وصول کر لی، اور اب پانی بھی اڑس لیا۔

بین الاقوامی قانون اور روایات کے لحاظ سے اس طرح کے اقدامات اعلانِ جنگ کے مترادف قرار پاتے ہیں۔ اس طرح کے تصرفات کو کوئی مضبوط ملک برداشت نہیں کر سکتا اور کسی سرزمین کے شہری ایسی دراز دستیوں کو چپ چاپ گوارا نہیں کر سکتے۔ تقسیم کے بعد بھارت کی طرف سے حیدر آباد، جوناگڑھ اور کشمیر کے معاملے میں پے در پے جو زیادتیاں ہوئی ہیں ان سب کے بعد یہ بہت بڑی کاری ضرب ہے جو پاکستان کی اقتصادی زندگی پر لگائی گئی ہے۔ یہ صریحاً ایک محاربانہ اقدام ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ بھارت کی حکومت بھاکرا اسکیم سے فائدہ اٹھانے سے زیادہ پاکستان کو نقصان پہنچانا پیشِ نظر رکھتی ہے۔

یہ تلوار بہت دنوں سے ہمارے سروں پر لٹکی ہوئی تھی[ل] لیکن ہمارے امن پسند لیڈروں کا اندازہ یہ تھا کہ چونکہ معاملہ ورلڈ بنک کی کمیٹی کے سامنے ثالثی اور سمجھوتے کے لیے جا چکا ہے اس لیے دیر سویر کسی طرح کا معاہدہ طے پا جائے گا اور خطرہ اتنے عرصہ کے لیے معلق ہو جائے گا کہ بیچ کے وقفے میں دوسری اسکیموں کو عمل میں لا کر پانی کی کمی کو پورا کیا جا سکے۔ مگر بھارت کی حکومت ایسی امن پسند کبھی نہ تھی کہ وہ ثالثی اور سمجھوتے کی کوششوں کے نتائج کا انتظار کرتی، اس نے انتہائی جسارت سے کام لے کر ستلج کا سارا پانی کاٹ لیا ہے۔ حالانکہ ابھی ہمارے اور بھارت کے نمائندے نیویارک میں غور و خوض کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے آخری فیصلے سے قبل بھارت کی حکومت سنہ ۱۹۵۲ء کے عارضی معاہدے کی پابند ہے۔ دنیا کو پنڈت نہرو کے اس خلافِ واقعہ اعلان نے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ چونکہ ورلڈ بنک کی معرفت ہونے والی گفتگو ناکام ہو چکی ہے اس لیے اب بھارت اپنی اسکیم پر عمل پیرا ہونے کے لیے آزاد ہے۔ اس بیان کی تردید خود ورلڈ بنک کی طرف سے کر دی گئی ہے، لیکن بھارت اس کی پروا کیے بغیر سنہ ۵۲ء کے معاہدے کو پھاند چکا ہے۔

افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ ورلڈ بنک کی جس کمیٹی سے منصفانہ ثالثی کی توقعات وابستہ کی

ل درحقیقت اس مصیبتِ عظمیٰ کے بیج خود تقسیم کے فیصلے میں بو دیے گئے تھے اور ایک اہل قیادت کو بیجوں کے اندر ہی درخت دیکھ لینے چاہیے تھے۔ لیکن سنہ ۴۸ء میں آ کر تو یہ بیج باقاعدہ کونپلیں نکال چکے تھے آخر یہ سارا زمانہ کیسے بیکار کر دیا۔

گئی تھیں اُس نے ان ساری توقعات کے خلاف ایسی صورتیں اختیار کی ہیں کہ بھارت کی پوزیشن کو بے جا سہارا مل گیا ہے۔ مثلاً :-

——— پاکستان کے سامنے ستلج، بیاس اور راوی کے پانی کا مسئلہ تھا، لیکن ورلڈ بنک کمیٹی نے چناب، جہلم اور اٹک کے دریاؤں کے پانی کو بھی اسی میں شامل کرنے کے لیے مسئلے کو "دریائے سندھ کے طاس کا آبی تنازعہ" کا عنوان دے دیا۔ اس طرح تنازعہ کی حدود وسیع تر ہوگئیں۔

——— کمیٹی نے اپنی تجاویز اس رائے پر استوار کی ہیں کہ ستلج، بیاس اور راوی کا پانی اگر انڈیا لے تو اس کمی کو پاکستان چناب، جہلم اور اٹک کے فالتو پانی سے پورا کر سکتا ہے۔ حالانکہ ان دریاؤں کا پانی اس وقت بھی پورے زمانہ ربیع میں اور خریف کے بعض حصوں میں بالکل ناکافی ہوتا ہے اور بمشکل اس کی کمی دوسرے دریاؤں سے پورا کیا جاتا ہے۔ یہ خلاف واقعہ رائے بھی پاکستان کے خلاف پڑی ہے۔

——— کمیٹی نے راجستھان کے بھارتی علاقے کو دریائے سندھ کے طاس سے متعلق قرار دے دیا ہے، حالانکہ فی الحقیقت اس کی آبپاشی گنگا اور جمنا سے بآسانی کی جا سکتی ہے۔ یہ چیز بھی انڈیا کے حق میں گئی ہے۔

——— گفت و شنید کے طے شدہ خطوط میں یہ بات شامل تھی کہ تنازعہ کو سیاسی زاویۂ نظر سے نہیں، بلکہ انجینئرنگ کے لحاظ سے دیکھا جائے گا، لیکن کمیٹی نے خود ہی انجینئرنگ کے معیار کو ترک کر کے سیاسی طرزِ فکر اختیار کر لیا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہماری پرانی تاریخی نہروں کا پانی انڈیا کو تو تعمیر نہری سلسلے کے لیے لینے کا حق دیا جا رہا ہے اور دوسری طرف پاکستان کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ کئی کروڑ کی لاگت اور کئی سال کی محنت سے باہم دگر مربوط بندوں کا ایک وسیع سلسلہ تعمیر کر لے درآنحالیکہ ان بندوں کے سلسلہ کا آغاز کشمیر کے اس علاقے ہی سے ہو سکتا ہے جو بھارت کے قبضے میں ہے۔

——— طے پایا تھا کہ پانی کی تقسیم کا تناسب دونوں ملکوں کے اُن زیر کاشت رقبوں کے تناسب سے ہوگا جو دریائے سندھ کے طاس کی حدود میں آتے ہیں۔ اس لحاظ سے بھارت کے حصے

میں پانی کی جملہ مقدار کا ۸۰ فیصد آتا ہے، لیکن اسے کمیٹی ۲۰ فیصد پانی لینے کا استحقاق دے رہی ہے۔
——— اب بنک کی طرف سے بیان دیا گیا ہے کہ ستلج سے بھارت کے پانی لے لینے کے نتیجے میں پاکستان کو دو ماہ تک کوئی خاص نقصان نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا کوئی فوری خطرہ نہیں ہے۔ گویا پاکستان کی رائے عام اور بین الاقوامی ماحول کو مطمئن کیا جا رہا ہے۔

اس تنگ ڈھنگ کی ثالثی نے معاملہ یہاں لا پہنچایا ہے کہ پاکستان کے میلوں لمبے علاقے میں فصلوں کو تو درکنار، آدمیوں تک کو پینے کا پانی مشکل سے ملے گا۔

اب ملک میں اضطراب کی ایک لہر اِس سرے سے اُس سرے تک دوڑ گئی ہے۔ مگر اس اضطراب سے نکلنے کی راہ کیا ہے؟ کیا ایک یومِ ماتم؟ ایک احتجاج؟ لیڈروں کے چند جوشیلے بیانات؟ اخبارات کے تند و تیز نوٹ؟ پارلیمنٹ میں اس موضوع پر ایک گرما گرم بحث؟ کابینہ کے خفیہ اجلاسوں میں غور و خوض اور پیہم غور و خوض؟ ——— اور پھر پھر کر وہی ثالثی، وہی دہائی، وہی استغاثہ؟ یا کچھ اور؟

ہم مانتے ہیں کہ جھگڑوں کو نمٹانے کے لیے گفت و شنید اگر کارگر ہو سکے اور ثالثی اگر مؤثر ثابت ہو تو اس سے زیادہ پسندیدہ تدبیر اور کوئی نہیں۔ لیکن تجربہ گواہ ہے کہ گفت و شنید اور ثالثی کا معرکہ میز پر بھی وہی لوگ جیتتے ہیں جو اپنے پیچھے مضبوط قوت رکھتے ہوں اور جو اگر ایک مرتبہ "ورنہ ——" کا لفظ زبان پر لائیں تو فضا جھرجھری لے لے۔ واعدوا لھم ما استطعتم کا منشا یہی نہ تھا کہ بات بات پر لڑائی چھیڑی جائے بلکہ یہ بھی تھا کہ یہ حالت پُرامن تدابیر اور مصالحانہ مساعی کی کامیابی کے لیے بھی لازم ہوتی ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہماری قوتِ بازو کم نہیں ہے، بلکہ اتنی مضبوط ہے کہ اس پر خدا کا شکر ادا کیا جائے۔ لیکن اسے مضبوط تر بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہمارے لیڈر داخلی جوڑ توڑ اور سازشوں سے بالاتر ہو کر اجتماعی مفاد کی مخلصانہ خدمت پر کمربستہ ہوں، وہ جمہور کو اسلامی شعور اور جذبہ سے مالا مال کریں، وہ رائے عام کو ایک ایک مسئلے میں ٹھکراتے چلے جانے کے بجائے اسے گلے لگائیں، اور ہر اختلاف کرنے والے کے خلاف تشدد کے ہتھیار لے کر ملکی سیاست کے میدان میں اتر آنے کی کمزوری